الظفر لقول زفر
۱۳۳۵ھ
وقت کی تنگی کے باعث جوازِ تیمّم کے بارے
میں امام زفر کے قول کی تقویت کا بیان
تصنیفِ لطیف
اعلیٰ حضرت، مجدّدِ دین وملّت،
امام احمد رضا خان بریلوی
اعلیٰ حضرت نیٹ ورک
Alahazrat Network

رسالہ ضمنیہ

اَلظفر لقولِ زفر[۱۳][۳۵]

وقت کی تنگی کے باعث جوازِ تیمم کے بارے میں امام زفر کے قول کی تقویت کا بیان (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ۔

ثم اعلم ان جواز التیمم لخوف فوت الوقت قول الامام زفر رحمہ اللہ تعالٰی علٰی خلاف مذھب ائمتنا الثلٰثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وقد وافقوہ فی روایۃ و شیدتہ فروع و اختارہ کبراء و قوی دلیلہ محققون و بیان ذٰلک فی جمل ۔

واضح ہو کہ امام زفر رحمہ اللہ تعالٰی ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب کے برخلاف وقت فوت ہونے کے اندیشہ سے تیمم کو جائز کہتے ہیں ۔ ائمہ ثلٰثہ سے ایک روایت مذہب امام زفر کے موافق بھی آئی ہے متعدد جزئیات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔ کچھ بزرگوں نے اسے اختیار بھی کیا ہے اور کئی محققین نے ان کی دلیل کو تقویت بھی دی ہے ۔ اس کا تفصیلی بیان جملہ کے عنوان سے چند جملوں میں رقم کیا جاتا ہے :

الجملۃ الاولٰی موافقۃ ائمتنا الثلٰثۃ لہ فی روایۃ

قال الشامی ھو قول زفر وفی القنیۃ انہ روایۃ عن مشایخنا بحر اھ ثم قال قد علمت من کلام القنیۃ انہ روایۃ عن مشایخنا

جملہ اُولٰی ــــ ائمہ ثلٰثہ کی موافقت

ہمارے تینوں ائمہ کی ایک روایت مذہب امام زفر کے موافق آئی ہے اس سے متعلق علامہ شامی لکھتے ہیں : "یہ امام زفر کا قول ہے اور قنیہ میں ہے کہ ہمارے مشایخ سے بھی ایک روایت میں یہی منقول ہے ۔ بحر" اھ ـــــ پھر شامی فرماتے ہیں : اس سے پہلے قنیہ کی عبارت سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ

الثلثة رضی اللہ تعالٰی عنھم[1] اھ۔

اقول رحمہ اللہ تعالٰی قد ابعد النجعۃ واتی بغیر صریح فان لفظ البحر عند قولہ لالفوت جمعۃ قد قدمنا عن القنیۃ ان التیمم لخوف فوت الوقت روایۃ عن مشایخنا[2] اھ والذی قدم عند قولہ لبعدہ میلا بعد ذکر فرع الکلۃ الاٰقالا یخفی ان ھذا مناسب لقول زفر لالقول ائمتنا فانھم لایعتبرون خوف الفوت وانما العبرۃ للبعد کما قدمناہ کذا فی شرح منیۃ المصلی لکن ظفرت بان التیمم لخوف فوت الوقت روایۃ عن مشایخنا ذکرھا فی القنیۃ فی مسائل من ابتلی ببلیتین[3] اھ

ہمارے تینوں مشایخ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی ایک روایت ہے۔" اھ۔ (ت)

اقول : خدا اپنی رحمت سے علامہ کو نوازے۔ تلاش مطلوب میں بہت دُور نکل گئے اور نقل وہ پیش کی جو صریح نہیں۔ اس لیے کہ لالفوت الجمعۃ (فوتِ جمعہ کے اندیشہ سے جوازِ تیمم نہیں) کے تحت بحر کے الفاظ یہ ہیں: "ہم قنیہ کے حوالے سے پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ وقت نکل جانے کے اندیشہ سے جوازِ تیمم ہمارے مشایخ کی ایک روایت ہے۔" اھ اور اس سے پہلے جو ذکر کیا ہے وہ ان کی درج ذیل عبارت ہے جو لبعدہ میلا کے تحت کلّۃ (مچھر دانی یا اسی قسم کا خیمہ) سے متعلق آنے والے جزئیہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھی ہے: "پوشیدہ نہ رہے کہ یہ مسئلہ قولِ امام زفر سے مناسبت رکھتا ہے ہمارے ائمہ کے قول سے مناسبت نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک فوت وقت کے اندیشہ کا اعتبار نہیں۔ صرف دُوری کا اعتبار ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ منیۃ المصلی کی شرح میں بھی ایسا ہی ہے۔ لیکن مجھے یہ بیان بھی ملا کہ وقت نکل جانے کے اندیشہ سے جوازِ تیمم ہمارے مشایخ سے بھی ایک روایت میں آیا ہے۔ اسے قنیہ میں دو مصیبتوں میں مبتلا ہونے والے سے متعلق مسائل کے تحت بیان کیا ہے۔" اھ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰

[2] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

[3] ایضاً ۱/۱۴۰

فالمعروف اطلاق مشايخنا على من بعد الائمة رضي الله تعالٰى عنهم نعم قد يستفاد من هذا الاستدراك ان مراده بمشايخنا الائمة الثلثة والاوضح سندا والاجل معتمدا ما في الحلية والغنية عن المجتبى عن الامام شمس الائمة الحلوانى المسافر اذا لم يجد مكانا طاهرا بان كان على الارض نجاسات وابتلت بالمطر واختلطت فان قدر على ان يسرع المشى حتى يجد مكانا طاهرا للصلاة قبل خروج الوقت فعل والا يصلى بالايماء ولا يعيد ثم قال الحلوانى اعتبر هٰهنا خروج الوقت لجواز الايماء ولم يعتبره لجواز التيمم ثمه وزفر سوى بينهما وقد قال مشايخنا في التيمم انه يعتبر الوقت ايضا والرواية في هذا رواية له اذ لافرق بينهما والرواية في فصل التيمم رواية في هذا ايضا قال الحلوانى فاذا في المسألتين جميعا روايتان اھ[1]۔

یہ صریح اس لیے نہیں کہ معروف یہ ہے کہ مشایخ کا لفظ ان حضرات کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بعد آئے ہیں ـــ ہاں ان کے اس استدراک (لیکن مجھے یہ بیان بھی ملا الخ) سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ "ہمارے مشایخ" کے لفظ سے وہ ائمہ ثلاثہ کو مراد لے رہے ہیں۔ سند کے لحاظ سے زیادہ واضح اور اعتماد کے لحاظ سے زیادہ جلیل القدر عبارت وہ ہے جو حلیہ اور غنیہ میں مجتبٰی سے، اور اس میں امام شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے: "مسافر کو جب پاک جگہ نہ ملے اس طرح کہ زمین پر نجاستیں پڑی ہوئی تھیں اور زمین بارش سے بھیگ کر نجاستوں سے آلودہ ہوگئی ـــ تو اگر وہ یہ کرسکتا ہو کہ تیز چل کر ایسی جگہ پہنچ جائے جہاں وقت نکلنے سے پہلے اسے نماز پڑھنے کے لیے کوئی پاک جگہ مل جائیگی تو ایسا ہی کرے ورنہ اشارے سے نماز ادا کرلے اور اس کا اعادہ اس کے ذمہ نہیں" ـــ پھر حلوانی فرماتے ہیں، جواز اشارہ کے لیے یہاں خروج وقت کا اعتبار فرمایا ہے اور وہاں جواز تیمم کے لیے اس کا اعتبار نہیں کیا۔ اور امام زفر نے دونوں جگہ برابری رکھی۔ اور ہمارے مشایخ نے تیمم کے بارے میں فرمایا ہے کہ وقت کا بھی اعتبار ہوگا ـــ اور اس (مسئلہ مسافر) میں روایت کا ہونا اُس (مسئلہ تیمم) میں بھی روایت ہونا ہے کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اور مسئلہ تیمم میں روایت کا ہونا اس (مسئلہ مسافر) میں بھی روایت ہونا ہے۔ حلوانی فرماتے ہیں، تو دونوں ہی مسئلوں میں دو دو روایتیں ہوں گی"۔ اھ (ت)

[1] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۳

اقول الضمیر فی قولہ اعتبر ھھنا ولم یعتبر ثم لمحمد ومسألۃ المسافر قول ائمتنا فالروایۃ عنھم فیھا روایۃ عنھم فی التیمم انہ یجوز لخوف فوت الوقت ومسألۃ التیمم انہ لا یجوز لحفظ الوقت ایضا قولھم فالروایۃ فیھا روایۃ فی مسألۃ المسافر انہ یمشی حتی یخرج من ذلک المکان ولا یصلی ثمہ وان خرج الوقت فاذن لھم فی کلتا المسألتین قولان غیران مسألۃ المسافر اشتھرت بحکم الاجازۃ ومسألۃ التیمم بحکم المنع فھذا اقوی ما یوجد من تقویۃ قول زفر بموافقۃ ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

اقول: ان کی عبارت اعتبر ھھنا ولم یعتبر ثم (یہاں اعتبار فرمایا اور وہاں اعتبار نہ کیا) میں ضمیر امام محمد کے لیے ہے۔ اور مسئلہ مسافر ہمارے ائمہ کا قول ہے تو اس مسئلہ میں ان سے روایت ہونا تیمم کے بارے میں بھی ان سے یہ روایت ہونا ہے کہ وقت نکل جانے کے اندیشہ سے بھی جائز ہے۔ اور مسئلہ تیمم کہ حفظِ وقت کے پیشِ نظر تیمم جائز نہیں یہ بھی ہمارے ائمہ کا قول ہے تو اس میں روایت ہونا مسئلہ مسافر میں بھی یہ روایت ہونا کہ وہ اس جگہ سے چل کر نکل جائے اور وہاں نماز نہ پڑھے اگرچہ وقت جاتا رہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ دونوں ہی مسئلوں میں ان کے دو قول ہیں، یہ بات الگ ہے کہ مسئلہ مسافر حکم اجازت سے مشہور ہوگیا اور مسئلہ تیمم حکم ممانعت سے شہرت پاگیا۔ ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی موافقت سے امام زفر کے قول کی تقویت پر دستیاب ہونے والی یہ سب سے زیادہ قوی سند ہے۔

الجملۃ الثانیۃ فروع التشیید واختیار الکبراء قال فی الحلیۃ فی بیان قول زفر قد نقل الزاھدی فی شرحہ ھذا الحکم عن اللیث بن سعد وقد ذکر ابن خلکان انہ رأی فی بعض المجامیع ان اللیث کان حنفی المذھب واعتمدہ صاحب الجواھر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ فذکرہ فیھا منھم اھ[1]

جملہ ثانیہ — تائیدی جزئیات اور بزرگوں کے قولِ امام زفر اختیار کرنے سے متعلق ہے۔ حلیہ میں قول امام زفر کے بیان میں ہے: "زاہدی نے اپنی شرح میں یہ حکم امام لیث بن سعد سے نقل کیا ہے۔ ابن خلکان نے ذکر کیا ہے کہ بعض تالیفات میں انہوں نے یہ دیکھا کہ امام لیث حنفی المذہب تھے صاحب الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ نے اس پر اعتماد کیا اور اپنی کتاب میں امام لیث کا بھی ذکر کیا آھ"

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۸۰

قال الشامی ثم رأیتہ منقولا عن ابی نصر بن سلام وھو من کبار الائمۃ الحنفیۃ قطعا[1] اھ۔

شامی فرماتے ہیں: پھر میں نے دیکھا کہ یہ قول ابو نصر بن سلام سے بھی منقول ہے جو بلاشبہ کبار ائمہ حنفیہ میں ہیں۔" اھ (ت)

اقول وفی جامع الرموز التقیید بالمیل یدل علی ان فی الاقل لم یتیمم وان خاف خروج الوقت کما فی الارشاد لکن فی النوازل انہ یتیمم حینئذ[2] اھ بل فی الخلاصۃ لو لم یعلم ان بینہ وبین الماء میلا او اقل او اکثر ولکن خرج لیحتطب ولم یجد الماء ان کان بحال لو ذھب الی الماء خرج الوقت تیمم فی اٰخر الوقت ھکذا فی النوازل[3] اھ۔

اقول، جامع الرموز میں ہے: "میل کی قید یہ بتاتی ہے کہ اس سے کم دوری ہو تو تیمم کی اجازت نہیں اگرچہ وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو، جیسا کہ ارشاد میں ہے ـــ لیکن نوازل میں ہے کہ ایسے وقت میں تیمم کرلے۔" اھ۔ بلکہ خلاصہ میں ہے کہ: "اگر یہ پتا نہ ہو کہ اس کے اور پانی کے مابین ایک میل کا فاصلہ ہے یا کم وبیش ہے لیکن (جنگل سے) لکڑی لانے کے لیے نکلا اور اسے پانی نہ ملا اگر ایسی حالت ہو کہ پانی تک جائے تو وقت نکل جائیگا تو وہ آخر وقت میں تیمم کرلے۔ ایسا ہی نوازل میں ہے" اھ (ت)

وفی الحلیۃ اطلق الفقیہ ابو اللیث فی خزانۃ الفقہ جواز التیمم اذا کان بینہ وبین الماء مسافۃ لایقطعھا فی وقت الصلاۃ[4] اھ وفیھا عن المجتبی والقنیۃ وفی الھندیۃ عن الزاھدی والکفایۃ کلھا عن جمع العلوم لہ ان یتیمم فی کلۃ لخوف البق او مطر او حر شدید[5] اھ

اور حلیہ میں ہے: "فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ میں اس صورت میں تیمم کو مطلقاً جائز کہا ہے جب اس کے اور پانی کے مابین اتنی مسافت ہو جسے وقتِ نماز کے اندر طے نہیں کرسکتا۔" اھ اور حلیہ میں بحوالہ مجتبیٰ و قنیہ ـــ اور ہندیہ میں بحوالہ زاہدی وکفایہ اور ان سب میں بحوالہ جمع العلوم یہ ہے: "مچھر یا بارش یا سخت گرمی کا اندیشہ ہو تو کلہ (مچھر دانی جیسے چھوٹے

---

[1] رد المحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰

[2] جامع الرموز فصل فی التیمم مطبعۃ الاسلامیہ ایران ۱/۶۵

[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۳۱

[4] حلیہ

[5] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الاول من التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸

وفیھا فی البحر عن المبتغی بالغین من کان فی کلة جاز تیممه لخوف البق او مطرا وحر شدید ان خاف فوت الوقت اھ[1] وفیھا عن القنیة عن نجم الائمة البخاری لو کان فی سطح لیلا وفی بیته ماء لکنه یخاف الظلمة ان دخل البیت لا یتیمم اذا لم یخف فوت الوقت قال وفیه اشارة الی انه اذا خاف الوقت تیمم اھ[2]۔

وفی البحر عنھا اعنی القنیة بلفظ تیمم ان خاف فوت الوقت اھ[3] ولم یعزہ لنجم الائمة بل جعله تفریعا علی الروایة عن مشایخنا رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

قال فی الحلیة بعد ایرادہ ھذا کله فیما یظھر تفریع علی مذھب زفر فانه لا عبرة عندہ للبعد بل للوقت بقاء وخروجا قال ولعل ھذا من قول ھؤلاء المشایخ اختیار لقول زفر فان الحجة له علی ذلك قویة[4] اھ

خیمہ) میں تیمم کرسکتا ہے۔" اھ حلیہ اور بحر میں مبتغی (غین سے) کے حوالہ سے ہے: "جو کسی مچھر دانی جیسے محفوظ چھوٹے خیمہ میں ہو تو مچھر یا بارش یا سخت گرمی کے اندیشہ سے اس کے لیے تیمم جائز ہے اگر وقت نکل جانے کا خطرہ ہو۔" اھ اور حلیہ میں بحوالہ قنیہ نجم الائمہ بخاری سے نقل ہے: "اگر رات کو چھت پر ہو اور گھر کے اندر پانی ہے لیکن گھر کے اندر داخل ہوتا ہے تو تاریکی کا خطرہ درپیش ہے ایسی صورت میں اگر وقت نکلنے کا اندیشہ نہ ہو تو تیمم نہ کرے ـــــ فرمایا: اس میں یہ اشارہ موجود ہے کہ اگر وقت نکلنے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرلے اھ

بحر الرائق میں قنیہ کے حوالے سے یہ الفاظ نقل ہیں: "اگر وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرلے" اھ۔ بحر نے اسے نجم الائمہ کی طرف منسوب نہ کیا بلکہ اسے مشایخ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم کی روایت پر تفریع قرار دیا۔

حلیہ میں عبارات بالا نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے: "بظاہر یہ سب امام زفر کے مذہب پر تفریع ہے اس لیے کہ ان کے نزدیک دوری کا اعتبار نہیں بلکہ وقت باقی رہنے اور نکل جانے کا اعتبار ہے" ـــــ فرمایا ـــــ شاید ان مشایخ کے یہ اقوال اس بنیاد پر ہیں کہ انھوں نے امام زفر کا قول اختیار کیا ہے کیونکہ اس مسئلہ سے متعلق امام زفر کی دلیل قوی ہے اھ۔

---

[1] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۴۰
[2] حلیہ
[3] بحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۵۹
[4] حلیہ

28 28

بل قد ذکر الشامی ان الفتوی فی ھذا علی قول زفر وانہ احد المواضع العشرین التی یفتی فیھا بقولہ ذکرھا فی باب النفقۃ کتاب الطلاق ونظمھا نظما حسنا قال فیہ وبعد فلا یفتی بما قالہ زفر سوی صور عشرین تقسیمھا انجلی لمن خاف فوت الوقت ساغ تیمم ولکن لیحتط بالاعادۃ غاسلا۱؎۔

بلکہ علامہ شامی نے تو یہ ذکر کیا ہے کہ اس بارے میں فتوٰی امام زفر کے قول پر ہے اور یہ ان بیس مقامات میں سے ایک ہے جن میں امام زفر کے قول پر فتوٰی دیا جاتا ہے، کتاب الطلاق باب النفقہ میں ذکر کیا ہے اور بڑی خوش اسلوبی سے نظم کیا ہے۔ نظم میں یہ ہے (حمد وصلوٰۃ کے بعد) امام زفر کے قول پر فتوی نہ دیا جائیگا مگر صرف بیس صورتوں میں جن کی تقسیم روشن ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اس کے لیے جسے وقت فوت ہونے کا اندیشہ ہو تیمم جائز ہے لیکن احتیاطاً پانی سے طہارت کرکے اعادہ کرے"۔

الجملۃ الثالثۃ تقویۃ دلیلہ

جملہ ثالثہ ۔ دلیل امام زفر کی تقویت

ویستدل لہ بوجوہ،

اس پر چند طرح استدلال کیا جاتا ہے:

اوّلھا ما قال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر لہ ان التیمم لم یشرع الا لتحصیل الصلاۃ فی وقتھا فلم یلزمہ قولھم ان الفوات الی خلف کلا فوات۲؎ اھ

دلیل اول: محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا ہے: امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ تیمم اسی لیے تو مشروع ہوا ہے کہ نماز کی ادائیگی وقت کے اندر کی جاسکے۔ لہذا اس جواب سے ان پر الزام نہیں آتا کہ "نماز کا نائب کی جانب فوت ہونا، فوت نہ ہونے کی طرح ہے۔

واجیب عنہ اوّلا کما ابدی البحران جوازہ للمسافر بالنص لالخوف الفوت بل لاجل ان لا تتضاعف علیہ الفوائت و یحرج

جواب ۔ اوّلاً: جیسا کہ بحر نے اظہار کیا: "مسافر کے لیے" نص سے "تیمم کا جواز فوتِ وقت کے اندیشہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اس کے ذمہ فوت شدہ نمازیں زیادہ نہ ہوں اور قضائیں

۱؎ ردالمحتار باب النفقۃ مصطفی البابی مصر ۲/ ۷۲۹

۲؎ فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۲۳

فی القضاء[1]۔

اقول[1] لافائدۃ لقولہ جوازہ بالنص فان النص لیس تعبدیا کما یفیدہ اٰخر کلامہ ولوکان کذا لم یجیزوہ لصلاۃ الجنازۃ والعید فان النص انما ورد فی المریض والمسافر۔

اما التعلیل **فاقول**[2] اما تجیزونہ لبعد الماء میلا ولو فی جھۃ مسیرہ فاٰنی فیہ تضاعف الفوائت **وایضا**[3] خوف التضاعف انکان ففی الاسفار البعیدۃ ولیس السفر فی الکریمۃ سفر القصر بل یشمل من خرج من المصر ولو لاحتطاب او احتشاش او طلب دابۃ کما افادہ فی الخانیۃ والمنیۃ وقال فی الہدایۃ والعنایۃ جواز التیمم لمن کان خارج المصر وان لم یکن مسافرا اذا کان بینہ وبین الماء میل[2] اھ

وقد نقلتم عن الخانیۃ

اسے زحمت نہ ہو" اھ

اقول: "نص سے" جواز کہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس لیے کہ نص تعبدی نہیں (بلکہ قیاسی اور معلّل ہے) جیسا کہ ان کی آخری عبارت سے خود ہی مستفاد ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو نماز جنازہ اور نماز عید کیلئے بھی تیمم جائز نہ کہتے کیونکہ نص تو صرف مریض اور مسافر کے بارے میں آئی ہے۔

اب انہوں نے جو علتِ جواز بیان کی ہے اس پر کلام کیا جاتا ہے **فاقول** کیا آپ حضرات اس کے قائل نہیں ہیں کہ پانی ایک میل کی دُوری پر ہو تو تیمم جائز ہے اگرچہ پانی اس کی سمتِ سیر ہی میں ہو۔ اس میں فوت شدہ نمازوں کی زیادتی کہاں ہے؟ یہ بات بھی ہے کہ اگر زیادتیِ فوائت کا اندیشہ ہے تو دور دراز سفروں میں ہے مگر آیت کریمہ میں جو سفر مذکور ہے اس سے خاص سفرِ قصر مراد نہیں بلکہ یہ حکم ہر اس شخص کو شامل ہے جو شہر سے باہر ہو اگرچہ لکڑی کاٹنے، یا گھاس لانے، یا سواری کا جانور ڈھونڈنے ہی کے لیے نکلا ہو، جیسا کہ خانیہ اور منیہ میں افادہ فرمایا ہے۔ اور ہدایہ وعنایہ میں ہے: "تیمم کا جواز ہر اس شخص کے لیے ہے جو شہر کے باہر ہو اگرچہ مسافر نہ ہو بشرطیکہ اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہو" اھ خود آپ ہی نے خانیہ سے یہ عبارت نقل کی ہے

---

[1] البحرالرائق باب التیمم قول لالفوت الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

[2] العنایۃ مع الفتح باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۷

ان قليل السفر وكثيره سواء في التيمم والصلاة على الدابة خارج المصر انما الفرق بين القليل والكثير في ثلثة في قصر الصلوة والافطار ومسح الخفين[1] اه واذا ثبت ذلك ثبت ان ليس تشريعه الا لاحراز الوقت۔ **وثانيا** التقصير جاء من قبله فلا يوجب الترخيص عليه[2] اه فتح۔

کہ: "بیرون شہر تیمم اور سواری پر ادائے نماز کے معاملہ میں قلیل وکثیر سفر سب برابر ہیں۔ قلیل وکثیر کے درمیان فرق صرف تین مسائل میں ہے: (i) نماز میں قصر کرنا (ii) روزہ قضا کرنا (iii) موزوں پر مسح کی مدت کم وبیش ہونا" اھ۔ جب یہ ثابت ہے تو یہ بھی ثابت ہے کہ تیمم کی مشروعیت تحفظِ وقت ہی کے لیے ہوئی ہے۔ **ثانیاً**: تقصیر وکوتاہی خود اس کی جانب سے ہوئی تو یہ اس کے لیے موجبِ رخصت نہ ہوسکے گی اھ۔ فتح القدیر۔

اقول تقريره سلمنا ان التيمم لحفظ الوقت لكن انما يستحقه من ليس ضيق الوقت من قبله كمن خاف عدوا او مرضا فانه ان ينتظر يذهب الوقت من دون تفريط منه فرخص له الشرع في التيمم كيلا يفوته الوقت اما هذا فقد قصر واخر بنفسه حتى ضاق الوقت عن الطهارة والصلاة فلا يستحق الترفيه بالترخيص۔

اقول: اس جواب کی تقریر اس طرح ہوگی، ہمیں تسلیم ہے کہ تیمم وقت کے تحفظ کی خاطر ہے لیکن جو ایسا ہو کہ وقت کی تنگی خود اس کی طرف سے نہ پیدا ہوئی وہی اس کی رخصت کا مستحق ہوگا مثلاً وہ شخص جسے کسی دشمن یا مرض کا خطرہ ہو کہ وہ اگر انتظار کرتا ہے تو وقت نکل جائے گا اور خود اس کی جانب سے کوئی کوتاہی نہیں تو اس کے لیے شریعت نے تیمم کی رخصت دی ہے تاکہ وقت فوت نہ ہو لیکن اس شخص نے تو کوتاہی کی ہے اور خود ہی نماز یہاں تک مؤخر کر دی کہ وقت میں طہارت اور نماز کی گنجائش نہ رہی تو ایسا شخص رخصت کی آسائش پانے کا حقدار نہیں۔

اورده في الفتح بانه انما يتم اذا

فتح القدیر میں اس جواب کو ان الفاظ سے رَد کر دیا ہے کہ: "یہ جواب اسی وقت تام ہوگا جب

---

[1] فتاوٰی قاضی خان — فصل فیما یجوز لہ التیمم — نولکشور لکھنؤ — ۱/۲۶

[2] فتح القدیر — باب التیمم — نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۱۲۳

اخرہ لا لعذر اھ[1]۔

اقول ای مع ان الحکم عام عند الفریقین وکیف یقال جاء التقصیر من قبلہ فیمن نام فما استیقظ الا وقد ضاق الوقت عن الطھارۃ بالماء واداء الفرض وھذا نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قائل لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ[2] رواہ مسلم عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وکذا من نسی صلاۃ ولم یتذکر الا عند ضیق الوقت وقد رفع عن امتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخطاء والنسیان[3] فلا تقصیر من ناس۔

بل اقول ثانیا الرخص[1] الالٰھیۃ مباحۃ عندنا للمطیع والعاصی فمن سافر لمعصیۃ حل لہ الفطر

اس نے بغیر کسی عذر کے نماز مؤخر کر دی ہو" اھ

اقول : مقصد یہ ہے کہ حکم تو (بلا عذر تاخیر کرنے والے اور عذر کی وجہ سے تاخیر کرنے والے) دونوں ہی کے لیے فریقین کے نزدیک عام ہے (جس کے یہاں جواز ہے تو دونوں کے لیے، جس کے یہاں عدمِ جواز ہے تو دونوں کے لیے) اب وہ شخص جو سوگیا بیدار ہُوا تو ایسے ہی وقت کہ پانی سے طہارت اور ادائے فرض کی گنجائش نہیں اس کے بارے میں کیسے کہا جاسکتا ہے کہ خود اسی کی جانب سے کوتاہی ہوئی جب کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرما رہے ہیں : "نیند (کی صورت) میں کوتاہی نہیں کوتاہی تو بیداری (کی صورت) میں ہے" یہ حدیث امام مسلم نے ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ ایسے ہی وہ شخص جسے نماز کا خیال نہ رہا یاد آئی تو وقت تنگ ہوچکا ہے۔ خطا ونسیان تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُمت سے اٹھا لیا گیا ہے تو نسیان والے کی جانب سے بھی کوتاہی نہیں۔

بلکہ اقول ثانیا (دوسرے نمبر پر میں یہ بھی کہتا ہُوں کہ) خدا کی دی ہوئی رخصتیں ہمارے نزدیک مطیع وعاصی دونوں ہی کے لیے عام ہیں۔ جو کسی معصیت کے لیے سفر کر رہا ہے اس کے لیے بھی روزہ

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۳

[2] سنن ابی ابوداود باب فیمن نام عن صلٰوۃ مطبع مجتبائی لاہور ۱/۶۴

[3] سنن ابن ماجہ طلاق المکرہ والناسی " " " ص ۱۴۸

بل وجب علیه القصر ومن اجنب بالزنا والعیاذ باللہ تعالٰی ولم یجد ماء جاز له التیمم بل افترض علیه۔

عذر کہنا جائز ہے بلکہ اس کے ذمہ نماز قصر کرنا واجب ہے ۔۔ اور جیسے زنا کی وجہ سے ۔۔ والعیاذ باللہ تعالٰی ۔۔ جنابت ہوئی اور پانی نہ پا سکا اس کے لیے بھی تیمم جائز بلکہ فرض ہے۔

ثم رأیت تلمیذہ المحقق الحلبی فی الحلیة نقل کلامه وایدہ و بحث فی التأخیر بلا عذر بعین مابحثت وللہ الحمد قال لکن المذهب ان المطیع والعاصی فی الرخص سواء[1] اھ۔

پھر میں نے دیکھا کہ امام ابن الہمام کے شاگرد محقق حلبی نے حلیہ میں ان کی عبارت نقل کرکے اس کی تائید کی ہے ۔۔ اور "تاخیر بلا عذر" سے متعلق بعینہ یہی بحث کی ہے جو میں نے کی ۔۔ وللہ الحمد ۔۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: "لیکن مذہب یہ ہے کہ رخصتوں کے معاملہ میں مطیع وعاصی یکساں ہیں" اھ

وافاد فائدة اخری فقال لو قیل تأخیرہ الی هذا الحد عن رجاء من قبل غیر صاحب الحق لقیل فینبغی ان یقال یتیمم ویصلی ثم یعید بالوضوء کمن لم یقدر علی الوضوء من قبل العباد[2] اھ

بلکہ انہوں نے ایک اور افادہ فرمایا ہے، لکھتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ اس حد تک تاخیر ایسا عذر ہے جو غیر صاحب حق کی جانب سے رُونما ہوا۔ تو اس کے جواب میں یہ کہنا مناسب ہوگا کہ وہ تیمم کرکے نماز پڑھ لے، پھر وضو کرکے اعادہ کرے جیسے وہ شخص جو بندوں کی جانب سے پیدا ہونے والے کسی عذر کی وجہ سے وضو پر قادر نہ ہو۔ اھ (ت)

اقول هذا الامر لا دخل له فی البحث من قبل احد من الفریقین فلیس لاحدهما ان یبدئ به او یعید اما ائمتنا فلانهم لا یقولون بالتیمم واما زفر فلانه لا یقول بالاعادة بل کان حقه ان یقرر هکذا

میں کہتا ہوں فریقین میں سے کسی جانب سے بحث میں اِس کلام کا کوئی دخل نہیں، اس لیے یہ کسی کا قول نہیں کہ پہلے تیمم کرلے، پھر پانی سے اعادہ کرے ۔۔ ہمارے ائمہ کے نزدیک اس لیے کہ وہ یہاں جوازِ تیمم کے قائل ہی نہیں اور امام زفر کے نزدیک اس لیے کہ وہ اعادہ کے قائل نہیں۔ اس مقصد کی

---

[1] حلیہ

[2] حلیہ

لیکون مثلثا لما فی الفتح ان غایتہ ما قلتم ان التقصیر من قبلہ ان تأمروہ بالتیمم ثم الاعادۃ کما ھو حکم کل عذر جاء من قبل العباد لا ان تحجروا علیہ التیمم رأسا۔

تقریر اس طرح ہونی چاہیے تاکہ فتح کی عبارت سے متعلق یہ تثلیث الکلام ہوجائے کہ آپ نے جو فرمایا کہ کوتاہی خود اس کی جانب سے ہُوئی تو اس پر زیادہ سے زیادہ یہ ہونا چاہیے کہ آپ حکم یہ دیں کہ وہ تیمم کرلے پھر اعادہ کرے جیسا کہ یہ ہر اس عذر کا حکم ہے جو بندوں کی جانب سے رُونما ہوا ہو۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ اسے آپ تیمم سے بالکل ہی روک دیں۔ (ت)

وثانیھا ھذہ صلٰوۃ الخوف ماشرعت الا لحفظ الوقت۔

دلیل دوم: یہ نماز خوف ہے جس کی مشروعیت تحفظِ وقت کے لیے ہی ہُوئی ہے۔

واجاب عنہ فی البحر بان صلاۃ الخوف للخوف دون خوف الفوت[1] اھ۔

اس کا جواب بحر میں یہ دیا ہے کہ: "نمازِ خوف تو خوف کی وجہ سے ہے، فوتِ وقت کے اندیشہ سے نہیں ہے۔" اھ

اقول سبحٰن اللہ ما کان الخوف لیوجب الاتیان بھا فی الوقت مع ارتکاب المنافی بل کانوا بسبیل من تأخیرھا الی ان یطمئنوا کما قلتم فی بحرکم فی عدۃ فروع؛

اقول: سبحان اللہ۔ خوف کی حیثیت اتنی بڑھی ہُوئی نہیں کہ منافی نماز کے ارتکاب کے ساتھ وقت کے اندر نماز کی ادائیگی لازم کرے بلکہ ان کے لیے امن واطمینان ہونے تک تاخیر کی گنجائش تھی جیسا کہ بحر کے اندر متعدد جزئیات میں خود آپ ہی اس کے قائل ہیں۔ چند جزئیات درج ذیل ہیں:

منھا ان زحم جمع علی بئر لا یمکن الاستقاء منھا الا بالمناوبۃ لضیق الموقف او لاتحاد اٰلۃ الاستقاء ونحو ذلک وعلم انھا لا تصیر الیہ الا بعد خروج الوقت یصبر عندنا لیتوضأ بعد الوقت وعند زفر

جزئیہ ۱: کسی کنویں پر ایک ہجوم جمع ہے اور باری باری پانی نکالنے کے سوا کوئی گنجائش نہیں اس لیے کہ کھڑے ہونے کی جگہ تنگ ہے یا ڈول رسّی ایک ہی ہے یا ایسا ہی کوئی اور سبب ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ جب تک اس کی باری آئے گی وقت نکل جائیگا تو ہمارے نزدیک حکم یہ ہے کہ

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

يتيمم[1]

انتظار کرے تاکہ وقت کے بعد وضو کرسکے، اور امام زفر کے نزدیک یہ حکم ہے کہ تیمم کرلے۔

ومنها[2] جمع من العراة ليس معهم الا ثوب يتناوبونه وعلموا ان النوبة لا تصل اليه الا بعد الوقت فانه يصبر ولا يصلي عاريا[2]۔

جزئیہ ۲: چند آدمی برہنہ ہیں جن کے پاس (سترِ عورت کے قابل) ایک ہی کپڑا ہے جسے باری باری باندھ کر نماز ادا کرتے ہیں، ان میں سے کسی کو معلوم ہے کہ جب تک اس کی باری آئے گی وقت نکل جائے گا تو وہ انتظار کرے اور برہنہ نماز نہ پڑھے۔

ومنها[3] اجتمعوا في سفينة او بيت ضيق وليس هناك موضع يسع ان يصلي قائما لا يصلي قاعدا بل يصبر ويصلي قائما بعد الوقت[3]۔

جزئیہ ۳: کسی کشتی یا تنگ کوٹھڑی میں لوگ جمع ہیں جہاں اتنی جگہ نہیں کہ کھڑے ہوکر نماز ادا کرے تو وہ بیٹھ کر نہ پڑھے بلکہ انتظار کرے اور وقت گزر جانے کے بعد کھڑے ہوکر نماز ادا کرے۔

ومنها[4] معه ثوب نجس وماء لغسله ولكن لو غسل خرج الوقت لزم غسله وان خرج[4]۔

جزئیہ ۴: کسی کے پاس ایک ناپاک کپڑا ہے اور اس کے دھونے کے لیے پانی بھی موجود ہے لیکن اگر کپڑا دھونے میں لگتا ہے تو نماز کا وقت نکل جائیگا اس پر لازم ہے کہ کپڑا دھوئے (اور پاک کپڑے سے ہی نماز ادا کرے) اگرچہ وقت نکل جائے۔

ومنها[5] كذا لو كان مريضا عاجزا عن القيام و[6] استعمال الماء في الوقت ويغلب على ظنه القدرة بعده[5] اه اي يؤخر ولا يصلي في الوقت۔

جزئیہ ۵-۶: کوئی ایسا مریض ہے جو بروقت کھڑا ہونے پر قادر نہیں، یا ایسا بیمار ہے کہ ابھی وقتِ نماز میں پانی نہیں استعمال کرسکتا اور ظنِ غالب ہے کہ وقت نکل جانے کے بعد کھڑے ہونے یا پانی استعمال کرنے پر قدرت ہوجائیگی، تو وہ حصولِ قدرت تک نماز مؤخر کرے اور وقت کے اندر (بلاقیام یا تیمم سے) نماز نہ پڑھے۔

ومنها وعده صاحبه ان

جزئیہ ۷: کسی سے اس کے ساتھی نے

---

[1] تا [6] البحرالرائق باب التیمم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۰

يطيعه الاناء فرع عليه محمد انه ينتظر وان خرج الوقت لان الظاهر الوفاء بالعهد فكان قادرا على الاستعمال ظاهرا۔[1]

برتن دینے کا وعدہ کیا۔ اس پر امام محمد نے یہ تفریع کی ہے کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے اس لیے کہ ظاہر یہی ہے کہ وُہ وعدہ وفا کرے گا تو ظاہراً وہ استعمال پر قادر ہے۔

ومنها کذا[2] اذا وعد الکاسی العاری ان يعطيه الثوب اذا فرغ من صلاته لم تجزه الصلاة عريانا[3] اما قلت نقلتم هذين عن البدائع والبواقی عن التوشيح ولكن المولى سبحنه وتعالى لم يرض لهم بتفويتها عن وقتها وشرع لهم صلاة الخوف فما كان الا لحفظ الوقت۔

جزئیہ ۸: اسی طرح کپڑے والے نے برہنہ سے وعدہ کیا کہ میں نماز سے فارغ ہو کر تجھے کپڑا دے دوں گا تو اسے برہنہ نماز پڑھنا جائز نہیں۔ وجہ وہی ہے جو اوپر بیان ہُوئی۔ جزئیہ (۷، ۸) آپ نے بدائع سے نقل کیا، باقی توشیح سے۔ (ان جزئیات کی روشنی میں خوف والوں کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے تھا کہ وہ زوالِ خوف کا انتظار کریں اگرچہ وقت نکل جائے) لیکن مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے لیے نماز فوت کرنا پسند نہ کیا اور نمازِ خوف مشروع فرمائی تو یہ نماز تحفظ وقت ہی کے لیے تو ہُوئی۔ (ت)

ثم اقول الفرعان[4] الاخيران عن محمد واليه عزاهما فی البدائع وعہ الحكم فيهما عند امامنا رضی الله تعالٰی

دلیل ۳-۴ ثم اقول: (پھر میں کہتا ہوں) آخری دونوں جزئیے امام محمد سے منقول ہیں اور بدائع میں ان ہی کی طرف انہیں منسوب کیا ہے ہمارے امام اعظم

عہ قال فی الخانية مع رفيقه دلو مملوك رفيقه قال انتظر حتی استقی الماء ثم ادفعه اليك فالمستحب له ان ينتظر الى اخر الوقت فان تيمم ولم ينتظر جاز وكذا

خانیہ میں ہے: "کسی مسافر کے ہم سفر کے پاس اسی ہم سفر کا مملوکہ ڈول ہے اس نے مسافر سے کہا تم انتظار کرو میں پانی نکال لُوں تو تمہیں ڈول دوں گا۔ تو مسافر کے لیے آخر وقت تک انتظار کر لینا مستحب ہے۔ اگر اس نے بلا انتظار تیمم کر لیا تو جائز ہے۔ اسی طرح

(باقی برصفحہ آیندہ)

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹
[2] البحرالرائق آخر قول لالفوت الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

عنه انه یصلی فی الوقت متیمما او عاریا لان القدرة علی ماسوی الماء لاتثبت عندہ بالاباحة کما سیأتی۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک دونوں مسئلوں میں حکم یہ ہے کہ وُہ وقت کے اندر تیمم سے یا برہنہ نماز پڑھ لے اس لیے کہ ان کے نزدیک پانی کے علاوہ چیزوں پر اباحت سے قدرت ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آرہا ہے۔

اقول وھذا ایضا من مؤیدات زفر اذ لولا حفظ الوقت لامر بالتاخیر لاسیما

اقول (میں کہتا ہوں) اس سے بھی امام زفر کے مذہب کی تائید ہوتی ہے اس لیے کہ اگر تحفظِ وقت ملحوظ نہ ہوتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لوکان عریانا ومع رفیقه ثوب فقال له انتظر حتی اصلی ثم ادفعه الیك یستحب له ان ینتظر الی اٰخر الوقت فان لم ینتظر وصلی عریانا جاز فی قول ابی حنیفة رضی اللہ تعالی عنه ولوکان مع رفیقه ماء یکفی لهما فقال انتظر حتی افرغ من الصلاۃ ثم ادفعه الیك لزمه ان ینتظر وان خاف خروج الوقت ولو تیمم ولم ینتظر لایجوز فالاصل عند ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه ان فی المملوك لاتثبت القدرۃ بالبذل والاباحة وفی الماء تثبت القدرۃ بالاباحة[1] اھ **اقول** والجملة الثانیة محل الاستثناء من الاولی لان الکلام فی ماء مملوك واللہ تعالی اعلم ۱۲ منه غفرله (م)

اگر برہنہ ہے اور اس کے رفیق کے پاس ایک کپڑا ہے اس نے کہا انتظار کرو میں نماز پڑھ کر تمہیں دُوں گا، تو اس کے لیے آخر وقت تک انتظار کرلینا مستحب ہے۔ اگر انتظار نہ کیا اور برہنہ نماز پڑھ لی تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر یہ جائز ہے۔ اور اگر رفیقِ سفر کے پاس اتنا پانی تھا جو دونوں کو کافی ہوتا اس نے کہا انتظار کرو میں نماز سے فارغ ہوجاؤں تو تمہیں پانی دُوں گا، اس صورت میں اس پر انتظار کرنا لازم ہے اگرچہ وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو۔ اگر بلا انتظار تیمم کرلیا تو جائز نہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اصل ضابطہ یہ ہے کہ بذل واباحت سے مملوک میں قدرت ثابت نہیں ہوتی، اور پانی میں اباحت سے قدرت ثابت ہوجاتی ہے۔ اھ **اقول** دوسرا جملہ پہلے جملہ سے استثناء کے طور پر ہے اس لیے کہ گفتگو مملوک پانی ہی کی ہے (تو معنٰی یہ ہُوا کہ مملوک چیزوں میں اباحت سے قدرت ثابت نہیں ہوتی مگر مملوک پانی میں اباحت سے قدرت ثابت ہوجاتی ہے ۱۲ محمد احمد) واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان باب التیمم فصل فیما یجوز له التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۷

مع الوعد فهذان ثالث دلائله و رابعها۔

تو تاخیر کا حکم ہوتا خصوصًا اس صورت میں جبکہ کسی نے وعدہ کرلیا ہے تو یہ ان کی تیسری اور چوتھی دلیل ہوئی۔

اما الفرع الخامس والسادس

اب جزئیہ ۵، ۶ کو دیکھئے۔

فاقول لا اری[ف۱] انیکون المذهب فیه الامر بتفویت الصلاة کیف وان الطاعة بحسب الاستطاعة۔

فاقول میں نہیں سمجھتا کہ اس صورت عجز میں نماز فوت کرنے کا حکم ہمارے مذہب میں ہو کیسے ہوسکتا ہے جب کہ طاعت بقدر استطاعت ہی لازم ہوتی ہے۔

قال ربنا تبارك وتعالیٰ فاتقوا الله ما استطعتم[۱] ولا ینظر فیها الا الی الحالة الراهنة الاتری ان[ف۲] راجی الماء اٰخر الوقت لیس علیه التاخیر بل له ان یصلی الاٰن متیمما۔

ہمارے رب تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے: "تو اللہ سے تم ڈرو جہاں تک تمہیں استطاعت ہو۔" اور استطاعت کے معاملہ میں موجودہ حالت پر ہی نظر کی جائیگی۔ دیکھئے اگر کسی کو آخر وقت میں پانی ملنے کی امید ہے تو اس پر یہ لازم نہیں کہ نماز مؤخر کرے بلکہ وہ اسی وقت تیمم کرکے نماز پڑھ سکتا ہے۔

وقد قال فی الدر[ف۳] امره الطبیب بالاستلقاء لبزغ الماء من عینه صلی بالایماء لان حرمة الاعضاء کحرمة النفس[۲]اھ ومعلوم[ف۴] ان الطبیب لا یأمره بالسکون الامدة قلیلة وربما لا تزید علی یوم ولیلة فامروا ان یؤمی لا ان یؤخر فهذه الفروع الاربعة الجواب الصواب فیها علی مذهب امامنا رضی الله تعالیٰ عنه انه یصلی کما قدر

درمختار میں ہے، آنکھ کا آپریشن کرنے اور پانی نکالنے کی وجہ سے طبیب نے بیمار کو حکم دیا کہ چت لیٹا رہے تو وہ اشارہ سے نماز پڑھے اس لیے کہ حرمتِ اعضا بھی حرمتِ جان کی طرح ہے" اھ یہ معلوم ہے کہ طبیب زیادہ زمانہ تک حرکت کی ممانعت نہیں رکھتا بلکہ عمومًا قلیل مدت تک جو ایک شبانہ روز سے زیادہ نہیں ہوتی پرسکون رہنے کا حکم دیتا ہے اس کے باوجود فقہائے نے اسے اشارہ سے نماز پڑھ لینے کا حکم دیا یہ نہ فرمایا کہ (اجازتِ حرکت و

---

[۱] القرآن ۶۴/۱۶

[۲] الدرالمختار باب المریض مجتبائی دہلی ۱/۱۰۳

فی الوقت ولا یعید۔

قیام تک) نماز مؤخر کرے۔ تو ان چاروں جزئیات (۵ تا ۸) میں ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب پر حکم صحیح یہ ہوگا کہ جس طرح بھی اسے قدرت ہے ویسے ہی وہ وقت کے اندر نماز ادا کرے اور بعد وقت اس کا اعادہ بھی نہیں۔ (ت)

اما الفروع الاربعة الاُول **فاقول** کذا الحکم فیھا بید انه یعید اما الحکم فلما قدمت عن الحلیة والغنیة عن شمس الائمة انه لافرق فی تلك الفروع وان الروایة فی احدھا روایة فی سائرھا وقد کان ھناك اعنی فرع شمس الائمة التلبس بالنجاسة ولو فی القدمین او الخفین مع ترك الرکوع والسجود ولیس فی ھذا الفرع الرابع الا التلبس بنجس واما الاعادة فلما فیه من مراعاة اصل المذھب مع مافی الفروع الثلثة الاُول من صورة المنع من جھة العباد واللہ تعالٰی اعلم بسبیل الرشاد۔

اب رہے پہلے چار جزئیات **فاقول** ان میں بھی یہی حکم ہوگا فرق یہ ہے کہ ان صورتوں میں بعد وقت اعادہ بھی کرنا ہوگا۔ وقت کے اندر ادائے نماز کا حکم ہم نے اس قاعدہ اور جزئیہ سے اخذ کیا جو حلیہ و غنیہ کے حوالہ سے شمس الائمہ سے ہم نے گزشتہ صفحات میں نقل کیا کہ ان جزئیات میں فرق نہیں اور ایک میں روایت دوسرے میں بھی روایت ہے۔ اور وہاں یعنی شمس الائمہ کے بیان کردہ جزئیہ میں یہ تھا کہ نجاست سے اتصال لازم آتا تھا اگرچہ صرف قدموں یا موزوں ہی میں، اور رکوع وسجود ترک ہوتا تھا۔ اور اس چوتھے جزئیہ میں بھی یہی نجس (کپڑے) سے اتصال لازم آرہا ہے۔ اور اعادہ کا حکم اس لیے کہ اصل مذہب کی رعایت ہوجائے ساتھ ہی پہلے تین جزئیوں میں یہ بات بھی ہے کہ بندوں کی جانب سے رکاوٹ کی صورت پائی جارہی ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

وخامسھا تجیزونه خوف فوت صلاة الجنازة وصلاة العید فکذا خوف فوت الوقت۔

دلیل پنجم: آپ نماز جنازہ اور نماز عید فوت ہونے کے اندیشہ سے تیمم کی اجازت دیتے ہیں تو وقت کے فوت ہوجانے کا اندیشہ بھی تو ایسا ہی ہے۔

واجاب البحربان فضیلة الوقت والاداء وصف للمؤدی تابع له غیر مقصود لذاته بخلاف صلاة الجنازة والعید فانھا اصل فیکون فواتھا فوات

بحر میں اس کا **جواب** یہ دیا ہے کہ "پنجگانہ نمازوں میں مقصود بالذات خود نماز ہے اور اس کے لیے قضا نہ ہونے) ادا ہونے اور وقت کے اندر ہونے کی فضیلت مؤدّی کی ایک صفت ہے جو اس کے

اصل مقصود[1] اھ ھذا تمام سعیہ رحمہ اللہ تعالٰی ورحمنا بہ وقد اقرہ علی کلہ فی المنحۃ۔

تابع ہے مقصود بالذات نہیں ہے۔ مگر نماز جنازہ وعید خود اصل ہیں تو ان کا فوت ہونا ایک اصل مقصود کا فوت ہونا ہے" اھ یہ صاحبِ بحر کی تمام تر کاوش ہے، خدا ان پر اور ان کے طفیل ہم پر رحم فرمائے۔ منحۃ الخالق میں علامہ شامی نے بھی ان سب کو برقرار رکھا ہے (ت)

اقول اولاً کون شیئ وصفا فی شیئ لایوجب کونہ غیر مقصود بالذات کوصف الایمان فی رقبۃ کفارۃ القتل بل قد[2] یکون الوصف ھو المقصود کالاسلام فی مصرف الزکوٰۃ۔

اقول۔ اولاً: ایک شیئ کا دوسری شیئ کی صفت ہونا اس کے غیر مقصود بالذات ہونے کو لازم نہیں کرتا جیسے کفارۂ قتل میں دئے جانے والے غلام یا باندی میں صفتِ ایمان غیر مقصود بالذات نہیں بلکہ بعض اوقات خود وصف ہی مقصود ہوتا ہے جیسے مصرفِ زکوٰۃ میں صفتِ اسلام۔

وثانیا نحن[3] نعلم قطعا ان المولی سبحٰنہ وتعالٰی کما امرنا بالصلاۃ امرنا بایقاعھا فی وقتہا وحرم اخراجہا عنہ لالعذر فالکل مقصود عینا سبحٰنہ ان الصّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا وقال عزوجل حافظوا علی الصلوٰت والصّلٰوۃِ الوسطٰی[4] وقال تعالٰی فویل للمصلّین الذین ھم عن صلوٰتہم ساھون[5] وھم الذین یؤخرونہا حتی یخرج وقتہا سماھم مصلین وجعل لھم الویل لاخراجھم ایاھا عن وقتہا فکان الوقت

ثانیا: ہمیں قطعی طور پر معلوم ہے کہ مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی نے جس طرح ہمیں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اسی طرح ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ نماز اس کے مقررہ وقت کے اندر ادا کریں اور بغیر کسی عذر کے اس وقت سے باہر لانا حرام فرمایا ہے، تو سبھی مقصود بالذات ہے۔ ارشاد ہے: "بے شک نماز ایمان والوں پر وقت باندھا ہوا فریضہ ہے"۔ اور ارشاد ہے: "نمازوں اور بیچ والی نماز کی حفاظت کرو"۔ اور فرمایا ہے: "تو ویل (خرابی) ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غافل ہیں"۔ یہ وہی لوگ ہیں جو نماز اس حد تک مؤخر کرتے ہیں کہ اس کا وقت نکل جاتا ہے انہیں نمازی کہا، ساتھ ہی ان کے لیے ویل بھی قرار دیا اس لئے

---

[1] البحرالرائق باب التیمم عند قولہ لالفوت الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹
[2] القرآن ۴/۱۰۳
[3] القرآن ۲/۲۳۸
[4] القرآن ۴/۱۰۷

مقصودا عینا ۔

کروہ نماز وقت سے باہر ادا کرتے ہیں۔ تو تو وقت بھی مقصود بالذات ہُوا۔ (ت)

وثالثا [ف۱] لئن سلم محافظة الوقت فرض عین والجنازة فرض کفایة وصلاة العید لیست فریضة اصلا والفرض ولو مقصود الغیرہ اهم واعظم مما دونه ولو مقصود الذاته الا [ف۲] ترى ان لو ضاق الوقت عن الواجبات وجب اسقاطها والاقتصار على الفرض لایقاعه فی الوقت واذا الامر هکذا فاذا جاز التیمم لخوف فوت الادنی کیف لایجوز للاعلی لاسیما وقد سقط فرض الجنازة بصلاة غیرہ ۔

ثالثا: اگر آپ کی بات تسلیم کرلی جائے تو بھی یہ کہا جائے گا کہ وقت کا تحفظ فرض عین ہے اور جنازہ فرض کفایہ ہے اور نماز عید تو سرے سے فرض ہی نہیں (بلکہ واجب ہے) اور فرض اگرچہ مقصود لغیرہ ہو، اپنے نیچے والے سے خواہ وہ مقصود بالذات ہو زیادہ عظمت واہمیت رکھتا ہے۔ دیکھئے اگر وقت اس قدر تنگ ہے کہ صرف فرائض ادا کرسکتا ہے واجبات کی گنجائش نہیں تو واجبات کو ساقط کردینا اور فرض پر اکتفا کرنا لازم ہے تاکہ ادائیگی وقت کے اندر ہوجائے۔ یہ معاملہ ہے تو جب فوتِ ادنیٰ کے اندیشہ سے تیمم جائز ہو تو اعلیٰ کی وجہ سے کیوں جائز نہ ہوگا جب کہ فرض جنازہ تو دوسرے کے پڑھ لینے سے ساقط ہوجاتا ہے۔ (ت)

ورابعا [ف۳] قد قلتم بالتیمم لخوف فوت السنن وما هن اصول انما شرعت مکملات للاصول و[ف۴] علی التسلیم فاین التحفظ علی فریضة الوقت من التحفظ علی سنة ۔

رابعا: آپ نے تو سنتیں فوت ہونے کے اندیشہ سے بھی تیمم جائز کہا ہے حالانکہ سنتیں اصل نہیں بلکہ یہ اصل کے متمم کی حیثیت سے مشروع ہوئی ہیں ۔ اور اگر یہی مان لیا جائے کہ سنتیں خود مقصود اور اصل ہیں تو بھی کہاں وقت جیسے اہم فریضہ کا تحفظ اور کہاں سنّت کا تحفظ (دونوں میں بڑا فرق ہے) (ت)

وخامسا [ف۵] قد سلمتم ان الفائت لا الی خلف یجوز له التیمم ولا شك ان الطلب الالهی منتهض علی ایقاع الفریضة فی وقتها کانتهاضه علی نفس ایقاعها و هذا لا خلف له وان کانت الصلاة لها خلف فهذا مقصود الدلیل ولا یمسه الجواب ۔

خامسا: آپ کو یہ تسلیم ہے کہ اگر فوت ہونے والی چیز ایسی ہو کہ اس کا کوئی نائب وبدل نہیں تو اس کے لیے تیمم جائز ہے۔ اب اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا کا مطالبہ نماز کو اس کے وقت کے اندر ادا کرنے کا بھی اسی طرح ہے جیسے خود نماز پڑھنے کا ہے اور وقت کے اندر ادا کرنا ایسا امر ہے جس کا کوئی بدل نہیں اگرچہ نفس نماز کا بدل ہے۔ دلیل پنجم کا مقصود یہی تھا جس سے جواب کو کوئی مس نہیں۔ (ت)

وسادسہا کما **اقول** اجمع ائمتنا رضی اللہ تعالٰی عنہم ان الجنب الخائف من البرد خارج المصر یتیمم[1] کما فی الھدایۃ وعامۃ الکتب وقد تقدم عن الحلیۃ والبدائع والبحر والاسبیجابی والتمرتاشی ومعلوم ان الخوف ربما کان فی الصبح اذا اصبح جنبا فی لیلۃ باردۃ ویزول بعد ارتفاع الشمس ولم یأمروہ بالتاخیر بل اباحوا لہ التیمم فماھو الا لحفظ الوقت۔

دلیل ششم جیسا کہ میں کہتا ہوں: ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اس پر اجماع ہے کہ جنبی جسے بیرونِ شہر سردی سے خطرہ ہے وہ تیمم کرے۔ جیسا کہ ہدایہ اور عامۂ کتب میں ہے۔ اور حلیہ، بدائع، بحر، اسبیجابی، تمرتاشی کے حوالہ سے پہلے ذکر بھی ہو چکا۔ یہ معلوم ہے کہ زیادہ تر صبح کو خوف ہوتا ہے جبکہ کسی سردی کی رات میں صبح کو جنابت کی حالت میں اُٹھے۔ پھر سورج بلند ہونے کے بعد خوف نہیں رہ جاتا۔ مگر ائمہ نے اسے یہ حکم نہ دیا کہ آفتاب بلند ہونے تک نماز مؤخر کرے بلکہ اس کے لیے تیمم جائز قرار دیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ تحفظِ وقت ہی کے لیے ہے۔ (ت)

وسابعہا کما **اقول** اباحوہ[2] لخوف عدو ولص وسبع وحیۃ ونار ومعلوم ان کثیرا من ھذہ لا یلبث الا قلیلا فالنار تنطفی او تمر فی ساعۃ او ساعتین ولم یقولوا یصبر وان خرج الوقت۔

دلیل ہفتم جیسا کہ میں کہتا ہوں: دشمن، چور، درندے، سانپ اور آگ کے خوف سے تیمم جائز قرار دیا گیا ہے جب کہ معلوم ہے کہ ان میں سے زیادہ تر وہ چیزیں ہیں جو تھوڑی ہی دیر رہتی ہیں۔ آگ بھی گھنٹے دو گھنٹے میں بجھ جاتی ہے یا گزر جاتی ہے۔ مگر یہ حکم نہ ہوا کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے۔ (ت)

فان اجبت کما خطر ببالی ان التیمم لیس لحفظ الوقت وانما ھو لدفع الضرر والحرج حیث کان وفی البرد والنار وامثالھا ضرر وفی بعدہ میلا حرج فتحقق المناط لانہ اذا ادرک[3] الوقت فاراد الصلاۃ لاینھی عنھا ولا ینظر الا

اگر اس کے جواب میں یہ کہا جائے۔ جیسا کہ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ تیمم تحفظِ وقت کے لیے نہیں بلکہ ضرر و حرج دفع کرنے کے لیے ہے جہاں بھی ہو۔ ٹھنڈک اور آگ جیسی چیزوں میں ضرر ہے اور ایک میل دُور ہونے میں حرج ہے۔ تو جو امرِ مدارِ جواز ہے وہ پالیا گیا۔ اس لیے کہ جب نماز کا وقت آگیا اور اس نے

---

[1] الہدایۃ باب التیمم المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۳۲

الی حالتہ الواھنۃ وھوفیھا متضرر او متحرج بالوضوء او الغسل فابیح لہ التیمم۔

نماز پڑھنا چاہی تو اس سے اسے روکا نہ جائے گا اور اس کی موجودہ حالت ہی دیکھی جائے گی۔ اس حالت میں وضو یا غسل سے واقعۃً اس کے لیے ضرر یا حرج ہے تو تیمم اس کے لیے جائز قرار دیا گیا۔ (ت)

اقول ھل یختص الحرج والضرر بمایصیب بدنہ ومالہ ام یعم ما یستضربہ فی دینہ علی الاول لم ابحتم لخوف فوت جنازۃ وعید وعلی الثانی ان کان علیہ ضرر فی دینہ لفوت فرض کفایۃ مع انھا قد اقیمت وواجب بل وسنۃ لاالی بدل اذلا براءۃ لعھدتہ عن ھذہ المطالبۃ الشرعیۃ الابالتیمم فضرر اعظم واشد منہ فی فوت الفریضۃ عن وقتھا ولا براءۃ لعھدتہ عن ھذہ المطالبۃ الشرعیۃ العظمی اعنی الاتیان بھا فی وقتھا الابالتیمم فیجب ان یباح۔

اقول (میں کہتا ہوں)، کیا حرج یا ضرر اسی چیز سے خاص ہے جو اس کے بدن اور مال سے تعلق رکھتی ہو یا اسے بھی عام ہے جس سے اس کے دین میں نقصان و ضرر ہو؟ —— پہلی تقدیر پر یہ کلام ہے کہ پھر آپ نے فوت جنازہ وعید کے اندیشہ سے تیمم کیوں جائز کہا؟ —— اور دُوسری تقدیر پر یہ کہ اگر اس کے دین کا نقصان اس میں ہے کہ ایک فرض کفایہ فوت ہو رہا ہے جبکہ دوسرے لوگوں سے اس کی ادائیگی عمل میں آچکی اور اس میں کہ ایک واجب فوت ہو رہا ہے —— بلکہ صرف ایک سنّت بھی —— جس کا کوئی بدل نہیں۔ (اس لیے آپ نے تیمم کو جائز کہا) کیوں کہ بغیر تیمم کے وہ اس شرعی مطالبہ سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا —— تو اس سے زیادہ عظیم اور اس سے زیادہ شدید نقصان تو اس میں ہے کہ ایک فرضِ عین اپنے وقت سے فوت ہو رہا ہے اور بغیر تیمم کے اِس عظیم تر شرعی مطالبہ —— وقت کے اندر ادائیگی —— سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ تو لازم ہے کہ اس کے لیے بھی تیمم جائز ہو۔ (ت)

ھذا ما عندی فاستنار بحمد اللہ تعالٰی ماجنح الیہ المحقق واتباعہ من قوۃ دلیل زفر بل دلیل ائمتنا جمیعا فی الروایۃ الاخری

ھذا ما عندی (میرے علم و فکر کی رُو سے یہی ہے) اس تفصیل سے بحمداللہ تعالٰی وہ روشن ہوگیا جس کی طرف محقق علی الاطلاق اور ان کے متبعین کا رُجحان ہے کہ امام زفر کی دلیل —— بلکہ روایتِ دیگر کے لحاظ سے ہمارے سبھی ائمہ کی دلیل

وكيفما كان لا ينزل من ان يؤخذ به
تحفظا على فريضة الوقت ثم يؤمر بالاعادة
عملا بالرواية المشهورة في المذهب
لاجرم ان قال في الغنية بعد ايراد
ما قدمنا عن شمس الائمة وحينئذ
فالاحتياط ان يصلي بالتيمم في الوقت
ثم يتوضؤ ويعيد ليخرج عن العهدتين
بيقين[1] اھ

وقد نقل كلامه هذا في الدر و
اقره هو والسادة الاربعة محشوه ح ط
ش وابو السعود وقال الشامي هذا قول
متوسط بين القولين وفيه الخروج عن
العهدة بيقين فلذا اقره الشارح فينبغي
العمل به احتياطا ولاسيما وكلام ابن
الهمام يميل الى ترجيح قول زفر بل
قد علمت انه رواية عن مشايخنا
الثلثة رضي الله تعالى عنهم ونظير هذا
مسألة الضيف الذي خاف ريبة فانهم
قالوا يصلي ثم يعيد[2] اھ وانما اطنبنا
الكلام ههنا لما رأينا بعض العلماء تعجب
منه حين افتيت به في مجلس جمعنا و
بالله التوفيق والوصول الى ذرى التحقيق

ـــــ قوی ہے ـــــ اور جیسا بھی ہو کم از کم اتنا ضرور
ہے کہ فریضہ وقت کے تحفظ کے لیے اس قول کو لیا جائے
پھر اعادہ کا حکم دیا جائے تاکہ مذہب کی روایتِ مشہورہ
پر بھی عمل ہو جائے ـــــ شمس الائمہ کے حوالہ سے جو ہم نے
پہلے بیان کیا اسے ذکر کرنے کے بعد غنیہ میں لکھا ہے:
"اس کے پیشِ نظر احتیاط یہی ہے کہ وقت کے اندر
تیمم سے نماز پڑھ لے، پھر وضو کر کے اعادہ کرے تاکہ
دونوں ذمہ داریوں سے یقینی طور پر سبکدوش ہو جائے"۔

ان کا یہ کلام درمختار میں نقل کر کے برقرار رکھا
اور درمختار کے چاروں محشی سید حلبی، سید طحطاوی،
سید شامی اور سید ابو السعود نے بھی برقرار رکھا۔
اور علامہ شامی نے فرمایا: "یہ دونوں قولوں کے مابین
ایک درمیانی قول ہے، اور اس میں یقینی طور پر
ذمہ داری سے سبکدوشی ہے۔ اسی لیے شارح نے
اسے برقرار رکھا۔ تو احتیاطاً اسی پر عمل ہونا چاہئے
خصوصاً جبکہ امام ابن الہمام کا کلام امام زفر کے قول
کی ترجیح کی جانب مائل نظر آتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم
ہو چکا کہ یہ تو ہمارے تینوں مشایخ سے ایک روایت
ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ اس کی نظیر اس مہمان کا
مسئلہ ہے جسے تہمت کا اندیشہ ہو۔ اس کے بارے
میں فقہاء نے فرمایا ہے کہ نماز پڑھ لے پھر اعادہ
کرے" اھ اس مقام پر ہم نے تفصیلی بحث اس لئے

---

[1] غنیۃ المستملی — فصل فی التیمم — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۸۳
[2] ردالمحتار — باب التیمم — مصطفی البابی مصر — ۱/۱۸۰

والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالٰی وسلم علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اٰمین۔

کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ جب ایک محفل میں اس پر میں نے فتوٰی دیا تو ایک عالم کو بڑا تعجب ہوا اور خدا ہی کی جانب سے توفیق، اور بلندی تحقیق تک رسائی ہوتی ہے اور ساری خوبیاں اللہ تعالٰی کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے اور اللہ تعالٰی درود وسلام نازل فرمائے ہمارے آقا ومولٰی محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر۔ آمین۔ (ت)